فلسفۂ حدودِ اسلامی پر ایک نظر

از جناب شاہد علی صاحب عباسی، ایم اے (اسلامک اسٹڈیز) جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

حدودِ[1] اسلامی کے نفاذ سے متعلق متعدد نقاطِ نظر سامنے آئے ہیں جن میں رحم ودیعت کردہ قدرت عام ہے۔

گو اس کے کئی درجات ہیں، ان میں سے بعض اہم درجِ ذیل ہیں:

(ا) مادیت کی وبا سے متأثرہ افراد کا احتجاج

(ب) منکرین کا انسانی بنیادوں پر احتجاج

(ج) منکرین کا عقلی بنیادوں پر احتجاج

(د) مادیت سے متأثرہ تعلیم یافتہ ضعیف الایمان مسلمان کی نفی حدود یا تدریجی نفی حدود

(ہ) مادیت سے کم متأثرہ، کم تعلیم یافتہ یا غیر تعلیم یافتہ ضعیف الایمان مسلمان کا تقلیدی اثباتِ حدود یا سکوت

(و) مادیت سے کم متأثرہ، کم تعلیم یافتہ اوسط الایمان مسلمان کا دفاعی یا سادہ اثباتِ حدود

(ز) مادیت سے برگشتہ، زمانے کے تقاضوں سے بخوبی واقف، تعلیم یافتہ قوی الایمان کا دیگر مطالبوں کے ساتھ اثباتِ حدود

ان میں صحت پر آخر الذکر یعنی مادیت سے برگشتہ، زمانے کے تقاضوں سے بخوبی واقف، تعلیم یافتہ، قوی الایمان مسلمان ہیں جن کی نظر دیگر علل کے ساتھ علتِ عظمیٰ یعنی امرِ الٰہی پر بھی ہے، جہاں تک اوّل الذکر یعنی مادیت سے متأثرہ افراد کا احتجاج ہے اگر وہ قانونِ الٰہی کی حقیقت کو

کما حقہ غور کیے بغیر احتجاج کر رہے ہیں تو قانون الٰہی کے بے بنیاد انکار کے ساتھ قانون انسانی کا حوالہ بے معنی ہے، اور اگر قانون الٰہی پر کما حقہ غور کیا ہے تو ہمارے نزدیک ان کا احتجاج ایک اذیت ناک مذاق ہے۔ ہم ثانی الذکر یعنی مفکرین کا انسانی بنیادوں پر احتجاج تو بے ساختہ استقبال کرتے اور ان کو مزید دعوت فکر دیتے ہیں کیونکہ انسانی بنیاد کی بات کرنے والے ماقبل جرم، دوران جرم اور مابعد جرم، مجرم اور معاشرہ کی داخلی وخارجی کیفیات سے استغنا نہیں کر سکتے۔ انہی کے ذیل میں ہم رابع الذکر اور سادس الذکر حضرات سے بھی بطور خاص غور وفکر کرنے کی درخواست کرتے ہیں کیونکہ اگر ایک طرف ایک متبع اسلام کا دفاعی اثبات حدود معذرتانہ احساس دلاتا ہے تو دوسری طرف نفی حدود یا تدریجی نفی حدود کی طرف رجحان یا بالفاظ دیگر اصرار، متاسف و متحیر کرتا ہے۔ ثالث الذکر حضرات سے ہم صرف اس کی وضاحت چاہتے ہیں کہ محض آپ ہی کی عقل معیار کیوں ہے؟ عقل یا تو مادہ یا نفس کی تابع ہو گی یا اللہ کی تابع اور ایک مسلمان اللہ کی تابع عقل کو عقل حقیقی اور مادہ یا نفس کی تابع عقل کو عقل مجازی سمجھتا ہے۔

سزا (عقاب، قصاص، تادیب ——— PUNISHMENT) کے متعلق اثباتی وانکاری کئی نظریات[۱۲] سامنے آتے ہیں:

اثباتی: ۱۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت (LEX TALIONIS)

۲۔ دوسرے لوگوں کو عبرت ہوتی ہے اور وہ ارتکابِ جرم سے رکتے ہیں۔

۳۔ نظمِ اجتماعی کی تجدید یا از سر نو قیام۔

۴۔ مجرم کی اصلاح۔

انکاری: ۵۔ فرد کو تنہا کر سکتی ہے۔

۶۔ اپنا رویہ بدلنے کے بجائے وہ مزید ہوشیار ہو سکتا اور گرفتاری سے بچنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

۷۔ فرد میں عادتاً تناؤ اور غیر پسندیدہ رجحانات خلاف خوف یا خود اعتمادی کی کمی پیدا کر دیتی ہے۔

۸۔ اپنے تئیں مجرم نہیں بلکہ مظلوم کی نسبتاً بلند حیثیت و منصب حاصل کر لیتا ہے۔
۹۔ اصلاح کی کوشش تعمیری ہونی چاہیے جب کہ سزائے جسمانی اس کے خلاف ہے حقیقتاً قوت کا استعمال مجرم کو اپنا رویہ رضاکارانہ بدلنے سے روک دیتا ہے۔

اثباتی نظریات میں راجح الذکر یعنی مجرم کی اصلاح بذریعہ سزا کوئی کلیہ نہیں، یہ انہی کے حق میں معتبر ہے جن پر عنصر غلبۂ خیر ہو، جو نفس کے عارضی دباؤ کو برداشت نہ کر پائے ہوں اور دانستہ یا نادانستہ جرم کے مرتکب ہو گئے ہوں۔ انکاری نظریات کی بنیاد مجرم اور معاشرہ کی منافرت بے تعلقی اور باہمی نفرت و تناؤ پر قائم ہے لیکن اسلام فرد کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا، معاشرہ کو تاکید ہے کہ تائب سے نہ تحقیرانہ برتاؤ کرے نہ اس کو تائب ہونے کے بعد جرم پر عار دلائے بلکہ ایک بازیافتہ بھائی کی طرح اس کو سینے سے لگا لے۔ تاریخ اسلام اس کے متعدد عملی ثبوت رکھتی ہے جو بتاتے ہیں کہ یہ بات نہ محال ہے نہ مستبعد۔ آخر الذکر نظریہ مغرب میں بکثرت شائع ہے اور مغرب ہی کے ایک فاضل کے بیان کے مطابق قانون کی مخالفت کسی نہ کسی شکل میں روز افزوں نظر آتی ہے اور اس کے اشارے موجود ہیں کہ یہ مطلع کردہ جرائم سے بدرجہا زیادہ پھیل گئی ہے۔

اب آئیے اختلافِ فکر و آراء کی طرف:

ہر شخص کے سوچنے کا ایک خاص انداز ہے جس کے پیچھے ذہنی سطح کا اختلاف بھی ہو سکتا ہے اور پیشہ وارانہ و طبقاتی اختلاف بھی، اختلافِ حالات و طبائع بھی ہو سکتا ہے اور اختلافِ تجربات بھی، چنانچہ جرم کی سزا ہی کے متعلق اگر ایک سوالنامہ مرتب کر کے مجرمین، حضرات غیر متاثرین، پولیس عدالت، ماہرین قانون، ماہرین نفسیات، ماہرین سماجیات، ماہرین جرمیات وغیرہم سے جوابات لئے جائیں تو یہ چیز واضح ہو جائے گی۔ اب ایک عامی اس الجھن میں پڑ سکتا ہے کہ ناپختہ و پختہ ذہنوں کے کثیر التعداد متضاد و متغیر مطالبات کس متعین دلیل کے تحت قبول کرے! اور اس کی [illegible]

[illegible] سرمایہ دار ممالک کو فرد کی تقدیس [illegible]

[illegible] معمولی اہمیت دیتا ہے [illegible] اقتصادی [illegible]

سرمایہ دار ممالک میں جرائم سے متعلق قوانین نے متعدد کردہ [illegible]

آدمی کو ہر کام کی اجازت ہونی چاہیے جب تک کہ وہ جرم تشدد اور [illegible]

بالخصوص اخلاقی نظریات چونکہ فرد و اجتماع سے متعلق ہیں [illegible]

قانون کا دائرۂ عمل جتنا سکڑتا جارہا ہے ممنوعہ افعال کی شرح [illegible]

ہمہ جہت انحطاط رفتہ رفتہ قوی ہوتا جارہا ہے ۔ انسان کے جذبۂ آزادی کو [illegible]

کرنے یا تیور لگانے کی کوشش نفسِ انسانی کی حقیقت سے ٹکراؤ اور مجرم کے اف[illegible]

صرف بگڑے ہوئے ماحول، نفسیاتی الجھنوں اور اعصابی عوارض پر ڈال کر اسے برائے خود قابلِ ہمدردی تصور کرنا فرد کی تقدیس و احترام میں غلو ہی کا ایک پہلو ہے ۔

اشتراکی ممالک میں بھی رجحان، اخلاقی اقدار کے بے معنی ہونے کی طرف ہے، جب تک فرد کے افعال و اقوال سیاست و اجتماع کی ہیئت ترکیبی اور ریاست کی کارکردگی پر خفیف [illegible] میں بھی اثر انداز نہیں ہوتے، اس سے باز پرس نہیں ہوتی ۔ جرم کی بنیاد محض اقتصادی [illegible] تصور کرنے والے یہ لوگ اپنے ملک میں جرم کی موجودگی کی وجوہات پر غور نہیں کرتے ۔

جرم کی جو قیمت معاشرہ کو پیسے کی شکل میں اور مجرمین کو ذاتی ناآسودگی کی شکل میں [illegible] پڑ رہی ہے غیر معمولی ہے گو اندازہ صرف اول الذکر ہی کا لگایا جا سکتا ہے یعنی بلحاظِ قدر برطانیہ میں سالانہ دو ہزار ملین پاؤنڈ (2000,000,000 £) کا اندازہ لگایا گیا ہے اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اس کا کم و بیش دس گنا ۔

مغربی تحقیق نفسیات پر ایک نظر

مغربی محققین نفسیات کی خدمات سے انکار نہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جذبۂ لاشعور کے پیچھے فرائڈ (المتوفی ۱۹۳۹ء) کا جبلتِ جنس کو ایڈلر (المتوفی ۱۹۳۷ء) کا حبِ تفوق کو اور یونگ (المتوفی ۱۹۶۱ء) کا آرکی ٹائپ

[illegible] ARCHETYPE [illegible]

[illegible]

… گوشہ کو وسیع کرنے میں جو کہ ان محققین نفسیات کا رہا ہے
… نفسی میں سرزد ہوئی ان لغزشوں کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں:
… و غیر مشتعل نفس کے فرق کو نظر انداز کر دیا۔ جذبات واحساسات
… ت ارادی ہی سے قابو میں رکھے جا سکتے ہیں، اشتعال یا برانگیختگی
… پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ پراگندگی کی شکل میں سامنے آتا ہے، اگر
… گرچہ ابتدائی درجہ میں سکون مل گیا لیکن اکثر نفس کو تقاضہ اور تسکین
… رفتہ رفتہ وقفہ کم سے کم ہونے لگتا ہے اور چونکہ ہر تقاضہ کی فوری تسکین
… شدید سے شدید تر ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ انسان دیوانگی کے اس مقام پر
… نتائج وعواقب بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اب ان سوالات کے جوابات کون دے
… نفس کی حد کیسے متعین ہوگی؟ کون متعین کرے گا؟ اور آیا یہ حد اس کے لیے قابل
… ہوتی ہے۔

کا حقہ غور کیے بغیر احتجاج کر رہے ہیں اور قانون الٰہی کے بے بنیاد انکار کے ساتھ قانونِ انسانی کا حوالہ بے معنی ہے، اور اگر قانونِ الٰہی پر کما حقہ غور کیا ہے تو ہمارے نزدیک ان کا احتجاج ایک اذیت ناک مذاق ہے۔ ۳۔ ثانی الذکر یعنی مفکرین کا انسانی بنیادوں پر احتجاج کرنا اس کا استقبال کرتے اور ان کو مزید دعوتِ فکر دیتے ہیں کیونکہ انسانی بنیادوں پر بات کرنے والے ماقبل جرم دورانِ جرم اور مابعد جرم مجرم اور معاشرہ کی داخلی و خارجی کیفیات سے استغنا نہیں کر سکتے۔ انہی کے ذیل میں ہم رابع الذکر اور سادس الذکر حضرات سے بھی بطورِ خاص غور و فکر کرنے کی درخواست کرتے ہیں کیونکہ اگر ایک طرف ایک متبع اسلام کا دفاعی اثبات حدود معذرتانہ احساس دلاتا ہے تو دوسری طرف نفی حدود یا تدریجی نفی حدود کی طرف رجحان یا بالفاظ دیگر اصرار متأسف و متحیر کرتا ہے۔ ثالث الذکر حضرات سے ہم صرف اس کی وضاحت چاہتے ہیں کہ محض آپ ہی کی عقل معیار کیوں ہے؟ عقل یا تو مادّہ یا نفس کی تابع ہوگی یا اللہ کی تابع اور ایک مسلمان اللہ کی تابع عقل کو عقلِ حقیقی اور مادہ یا نفس کی تابع عقل کو عقلِ مجازی سمجھتا ہے۔

سزا (عقاب، قصاص، تادیب ——— PUNISHMENT) کے متعلق اثباتی و انکاری کئی نظریات[۲] سامنے آتے ہیں:

اثباتی | ۱۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت (LEX TALIONIS)

۲۔ دوسرے لوگوں کو عبرت ہوتی ہے اور وہ ارتکابِ جرم سے رکتے ہیں۔

۳۔ توازنِ اجتماعی کی تجدید یا ازسرِ نو قیام۔

۴۔ مجرم کی اصلاح۔

انکاری | ۵۔ فرد کو تنہا کر سکتی ہے۔

۶۔ اپنا رویہ بدلنے کے بجائے وہ زیادہ محتاط ہو سکتا اور گرفتاری سے بچنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

۷۔ فرد میں عادتاً نئے اور غیر پسندیدہ رجحانات مثلاً خوف یا خود اعتمادی کی کمی پیدا کر دیتی ہے۔

۸۔ اپنے ناقص رویہ بلکہ اوامر میں بھی نسبتاً بلند حیثیت حسب حاصل کر لیتا ہے۔
۹۔ اصلاح کی کوشش تعمیری ہونی چاہیے جب کہ سزائے جسمانی اس کے خلاف ہے حیثیت قوت کا استعمال مجرم کو اپنا رویہ رضاکارانہ بدلنے سے روک دیتا ہے۔

اتفاقی نظریات میں رائج الذکر یعنی مجرم کی اصلاح بذریعہ سزا کوئی کلیہ نہیں، یہ انہی کے حق میں معتبر ہے جن پر صرف غلبۂ غیر ہو، جو نفس کے عارضی دباؤ کو برداشت نہ کر پائے ہوں اور دانستہ یا نادانستہ جرم کے مرتکب ہو گئے ہوں۔ انکاری نظریات کی بنیاد مجرم اور معاشرہ کی منفرد بے تعلقی اور باہمی نفرت و تنازع پر قائم ہے لیکن اسلام فرد کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا، معاشرہ کو تاکید کرتا ہے کہ نہ تحقیرانہ برتاؤ کرے نہ اس کو تا بعمر جرم یاد دلائے بلکہ ایک بازیافتہ بھائی کی طرح اس کو سینہ سے لگا لے۔ تاریخ اسلام اس کے متعدد عملی ثبوت رکھتی ہے جو بتاتے ہیں کہ یہ بات نہ محال ہے نہ مستبعد۔ آخر الذکر نظریہ مغرب میں بکثرت شائع ہے اور مغرب ہی کے ایک فاضل کے بیان کے مطابق قانون کی مخالفت کسی نہ کسی شکل میں روز افزوں نظر آتی ہے اور اس کے اشارے موجود ہیں کہ یہ مطلع کردہ جرائم سے بدرجہا زیادہ پھیل گئی ہے۔

اب آئیے اختلافِ فکر و آراء کی طرف:

ہر شخص کے سوچنے کا ایک خاص انداز ہے جس کے پیچھے ذہنی سطح کا اختلاف بھی ہو سکتا ہے اور پیشہ داری و طبقاتی اختلاف بھی، اختلافِ حالات و طبائع بھی ہو سکتا ہے اور اختلافِ تجربات بھی، چنانچہ جرم کی سزا ہی کے متعلق اگر ایک سوالنامہ مرتب کر کے مجرمین حاضرین و غیر حاضرین پولیس عدالت، ماہرین قانون، ماہرین نفسیات، ماہرین سماجیات، ماہرین جرمیات وغیرہم سے جوابات مانگے جائیں تو یہ چیز واضح ہو جائے گی۔ اب ایک عامی اس الجھن میں پڑ سکتا ہے کہ ناپختہ و پختہ ذہنوں کے کثیر التعداد متضاد و متغیر مطالبات کس متحدہ دلیل کے تحت قبول کرے! اور اس کی یہ الجھن بجا ہے۔

سرمایہ دار و اشتراکی ممالک کے رجحانات سرمایہ دار ممالک کو فرد کی تقدیس میں غلو ہے

تو اشتراکی ممالک کو ریاست و اجتماع کے احترام کا جنون، گروہِ اول لذت محرک (Dynamic Energy) کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے تو گروہِ ثانی اقتصادی و معاشی بدحالی کو۔

سرمایہ دار ممالک میں جرائم سے متعلق قوانین نے متعدد کروٹیں بدلی ہیں، رجحان یہ ہے کہ آدمی کو ہر کام کی اجازت ہونی چاہیے جب تک کہ وہ جبر و تشدد اور دھوکا دہی سے خالی ہو، بالخصوص اخلاقی نظریات چونکہ فرد و اجتماع سے متعلق ہیں قانون کی حدود سے خارج ہیں۔ قانون کا دائرۂ عمل جتنا سکڑتا جا رہا ہے ممنوعہ افعال کی شرح بڑھتی جا رہی ہے اور قوت کا ہمہ جہت انحطاط رفتہ رفتہ قوی ہوتا جا رہا ہے۔ انسان کے جذبۂ آزادی کو بھڑکا کر حدود متعین کرنے یا قیود لگانے کی کوشش نفسِ انسانی کی حقیقت سے ٹکراؤ اور مجرم کے افعال کی ذمہ داری صرف بگڑے ہوئے ماحول، نفسیاتی الجھنوں اور اعصابی عوارض پر ڈال کر اسے برائے خود قابلِ ہمدردی تصور کرنا فرد کی تقدیس و احترام میں غلو ہی کا ایک پہلو ہے۔

اشتراکی[عہ] ممالک میں بھی رجحان، اخلاقی اقدار کے بے معنی ہونے کی طرف ہے، جب تک کہ فرد کے افعال و اقوال، سیاست و اجتماع کی ہیئت ترکیبی اور ریاست کی کارکردگی پر خفیف درجہ میں بھی اثر انداز نہیں ہوتے، اس سے بازپرس نہیں ہوتی۔ جرم کی بنیاد محض اقتصادی بدحالی تصور کرنے والے یہ لوگ اپنے ملک میں جرم کی موجودگی کی وجوہات پر غور نہیں کرتے۔

جرم کی جو قیمت معاشرہ کو پیسے کی شکل میں اور مجرمین کو ذاتی نا آسودگی کی شکل میں ادا کرنی پڑ رہی ہے غیر معمولی ہے گو اندازہ صرف اول الذکر ہی کا لگایا جا سکتا ہے یعنی بلحاظ قدر برطانیہ میں سالانہ دو ہزار ملین پاؤنڈ (2000,000,000 پونڈ) کا اندازہ لگایا گیا ہے اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اس کا کم و بیش دس گنا ہے۔[عہ]

مغربی تحقیق نفسیات پر ایک نظر

مغربی محققین نفسیات کی خدمات سے انکار نہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جذبۂ لاشعور کے پیچھے فرائڈ (المتوفی ۱۹۳۹ء) کا جبلتِ جنس کو، ایڈلر (المتوفی ۱۹۳۷ء) کا حبِ تفوق کو اور یونگ (المتوفی ۱۹۶۱ء) کا آرکی ٹائپ

(ARCHE TYPE) کو غیر معمولی قوت کے ساتھ کارفرما سمجھنا ان کے اپنے ذہنی فکر کے خاص ڈھانچہ اور یکطرفہ تحقیق کے محدود و مخصوص میدان کا مرکب ہے۔ دراصل لاشعور میں متعدد منفی و مثبت جذبات اُبلتے رہتے ہیں اور غلبہ و مغلوبیت کی جو شکلیں اندر ہی اندر بدلتی رہتی ہیں ان میں جبلتِ جنس اور حبِّ تفوق نفسِ غیر مہذب میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ یہ محققین اگر صفوۃ الصفوۃ، تذکرۃ الاولیاء، احیاء علوم الدین، رسالۂ قشیریہ، عوارف المعارف، کشف المحجوب، طبقات الکبریٰ، روض الریاحین وغیرہ کتب تصوف میں بکھرے ہوئے احوال و اقوال صوفیہ کی تحلیل و تجزیہ کرتے تو نفس امارہ (ID) سے چل کر نفس لوّامہ (SUPER-EGO) ہی پر نہیں ٹھہر جاتے بلکہ نفوس ملہمہ و مطمئنہ و راضیہ و مرضیہ سے گذرتے ہوئے نفسِ کاملہ تک پہنچ جاتے۔ صوفیہ کے نظریاتِ منتہائے حسن و جمال و کمالِ عبودیت ان کی محدود تشنہ کاوش کو نئی وسعتیں اور نئی گہرائیاں دیتے لیکن ......!

مغربی تہذیب کے تاریک گوشہ کو وسیع کرنے میں چونکہ ان محققین نفسیات کا (غالباً نادانستہ) ہاتھ رہا ہے ہم تحلیل نفسی میں سرزد ہوئی دو لغزشوں کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ مشتعل و غیر مشتعل نفس کے فرق کو نظر انداز کر دیا۔ جذبات و احساسات اشتعال سے پہلے معمولی قوت ارادی ہی سے قابو میں رکھے جاسکتے ہیں، اشتعال یا برانگیختگی کے بعد ان میں طاقت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ پراگندگی کی شکل میں سامنے آتا ہے، اگر خواہش پوری ہو گئی تو اگرچہ ابتدائی درجہ میں سکون مل گیا لیکن اکثر نفس کو تقاضہ اور تسکین کا چسکہ لگ جاتا ہے، رفتہ رفتہ وقفہ کم سے کم ہونے لگتا ہے اور چونکہ ہر تقاضہ کی فوری تسکین دشوار ہے، ذہنی تناؤ شدید سے شدید تر ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ انسان دیوانگی کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں نتائج و عواقب بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اب ان سوالات کے جوابات کون دے کہ بے لگام نفس کی حد کیسے متعین ہوگی؟ کون متعین کرے گا؟ اور آیا یہ حد اس کے لیے قابل قبول بھی ہوگی؟۔

دیں غیر منطقی پابندی کو جنسی معاشی الجھنوں کا ماخذ اور دماغی نشوونما میں حائل تصور کرتے ہیں جب غلط کیا، نتیجتاً نہ صرف خود اعتمادی و قوت ارادی ہی متاثر ہوئے بلکہ مدارج [illegible] سے دور ہو گئے۔

اسلامی [illegible] حدود (جسے ہم آگے پیش کرنے کی کوشش کریں گے) کے بعض پہلوؤں کی [illegible] مذکورہ الصدر تفصیل سے کافی مدد ملے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

خارجی و داخلی دباؤ سوال یہ ہے کہ مجرم جرائم کی طرف متوجہ کیوں ہوا؟ آیا کسی خارجی دباؤ (معاشی، سماجی، شخصی، اجتماعی وغیرہ) کے ردعمل کے طور پر یا داخلی انتشار و تقاضے سے مجبور ہو کر؟

خارجی دباؤ پر غور کیجیے، معاشرہ نے جہاں کہیں قرآنی تعلیمات بالخصوص رعایت حقوق، عدل و انصاف، اتحاد و اتفاق اور اخوتِ باہمی پر عمل، معاملات میں سچائی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ سے عملاً اختلاف و انحراف کیا، فرد و اجتماع دونوں پر زد پڑی اور ردِّ عمل جرم کی صورت میں نمودار ہوا۔ یہ اسلام کا احسان ہے کہ اس بگاڑ کو جو معاشرہ نے اپنی نادانی سے پیدا کر دیا تھا، نہ پھیلنے سے روکنے یا سدھارنے کا طریقہ بتا دیا، فساد پر بندلگانا ظلم و بربریت نہیں بلکہ عین انسانیت ہے۔

داخلی انتشار و تقاضے پر غور کیجیے، ذہن میں کوئی خیال آیا یا جذبات منتشر ہوئے، شعور ادھر متوجہ ہوا، ارادہ بنا، اعصاب کو حرکت ہوئی اور اگر کوئی رکاوٹ سامنے نہ ہوئی تو فعل عمل میں آیا، پھر فعل کا نتیجہ دو صورتوں میں برآمد ہوا: داخلی اور خارجی۔ داخلی یوں کہ اگر ردعمل قوی تھا تو شعور پھر متوجہ ہوا ورنہ تحت الشعور کے ذخیرہ میں اضافہ ہوا۔ شعور کی توجہ کے ساتھ ساتھ طبیعت میں یا تو انشراح پیدا ہوا یا قبض و وحشت، انشراح کے ساتھ شعور کا رخ تعمیری سمت ہوا اور قبض و وحشت کے ساتھ تخریبی سمت۔ تعمیری ہونے کی صورت میں شعور نے ارتقاء کی جانب قدم بڑھائے اور تخریبی ہونے کی صورت میں شعور ایک ہی جگہ الجھ کر رہ گیا

احساسِ گناہ پیدا ہوا، اگر احساسِ گناہ میں ندامت پنہاں ہے تو قبض و وحشت کی چبھن کا سلسلہ [illegible] اس نے اس اذیت سے بچنے کی راہیں تلاش کرنی شروع کیں۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو شعور دوسری طرف متوجہ رہے (مگر دقفہ دقفہ سے قبض و وحشت کی چبھن جاری رہے گی) یا کوئی راستہ سکون و انشراح کا نکل آئے ——— توبہ یا سزا۔

اگر احساسِ گناہ میں بجائے ندامت کے خوف و ڈر ہا تو قبض و وحشت پیدا تو ہوئی لیکن اس کا تعلق اب خارجی اشیاء سے زیادہ قوی ہو گیا (ذہنی ارتقاء میں خوف ایک خطرناک اور مؤثر کاوش ہے اور اس کی موجودگی بعض صورتوں میں منفی اثرات کی وجہ بھی بن جاتی ہے۔) اب یا تو اس میں ضد اور ڈھٹائی پیدا ہو گی یا ایک ایسی اذیت کا سامنا ہو گا جو وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جاتی ہے۔ ضد اور ڈھٹائی اگر ہو تو شعوری اور ارادی طور پر دوبارہ فعل کی طرف توجہ دے گا، آہستہ آہستہ خوف و ڈر ختم ہو گا، احساسِ گناہ ختم ہو گا اور احساس لذت کی پیدائش عمل میں آئے گی اور فعل میں پختگی پیدا ہو گی، کوئی غیر معمولی واقعہ یا جذبہ ہی اس صورت میں مؤثر ہو گا کیونکہ بعض وقت سزا تک ناکام ثابت ہو گی۔ رفتہ رفتہ کم ہونے والی اذیت اگر سزا مل جائے تو بڑی حد تک ختم ہو جائے گی ورنہ جب تک کوئی خارجی شے فعل کو متصور کراتی رہے گی، اذیت جاری رہے گی۔

فعل کا نتیجہ اگر خارجی اور منفی ہوا تو یا تو متعدی ہو گا یا نہیں، اگر متعدی ہو تو سزا ضروری ہو گی تاکہ منفی متعدی خارجی نہ شروع ہو، اگر متعدی نہ ہوا تو صلح و معافی کافی ہو گی یا سزا ضروری ہو گی کیونکہ بعض وقت خارجی منفی غیر متعدی خارجی منفی متعدی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

[illegible] میں [illegible] مقام

اصولِ فقہ کے ماہرین نے شریعتِ اسلامی کے مقاصد و مصالح کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) مقاصدِ ضروریہ یا ضروریات۔

(۲) مقاصدِ حاجیہ یا جلبِ مصالح۔

(۳) مقاصدِ کمالیہ یا تحسینیات

یہ مقاصد قرآن ہی سے ماخوذ ہیں، ان کے علاوہ قرآن میں تین مشکلات کے حل کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے:

(۱) کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ضعف ۔

(۲) مسلمانوں پر کفار کا تسلط مع قتل وجراح وانواع ایذاء ۔

(۳) اختلافِ قلوب جو سببِ اعظم ہے امت مسلمہ کے زوال کا ۔

فی الحال موضوعِ بحث چونکہ مقاصد و مصالح سے متعلق ہے ہم انہی پر قدرے روشنی ڈالتے ہیں ۔

(۱) مقاصدِ ضروریہ | وہ اعمال وتصرفات ہیں جن پر مندرجہ ذیل چھ امور کی حفاظت وصیانت موقوف ہے :

(ا) دین (ب) نفس (ج) عقل (د) نسل ونسب (ہ) مال (و) احترام نفس ۔

یہ سب امور ایک منظم، پرامن اور صالح حیات کے لیے ناگزیر و لابدی ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا فقدان بھی انفرادی و اجتماعی ہر دو شعبہ ہائے حیات میں فساد کا موجب بنے گا، چنانچہ حفظِ دین کے لیے عبادات مشروع ہوئیں اور ارتداد جرم ٹھہرا، حفظِ نفس کے لیے قصاص، دیات وغیرہ مقرر ہوئے، حفظِ نسب ونسل کے لیے عصمت لازمی قرار پائی اور زنا حرام، حفظِ عقل کے لیے خمر اور دیگر مسکرات ممنوع ہوئے، حفظِ مال کے لیے غصب و سرقہ اور قمار و ربا سے روکا گیا اور حفظِ احترام نفس کے لیے غیبت وعیب جوئی حرام ہوئے اور حدِ قذف واجب ......

چونکہ مقاصدِ ضروریہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ جرائم کا سدِ باب نہ ہو، عقوبات کا باب کھولا گیا اور حدود، قصاص و دیات اور تعزیر کی سزائیں مقرر ہوئیں کہ مقاصدِ ضروریہ کی تحصیل کے راستہ کی یہ رکاوٹیں دور ہوں ۔

(۲) مقاصد حاجیہ | وہ اعمال و تصرفات ہیں جن کے بغیر مقاصد ضروریہ کی حفاظت ممکن تو ہے لیکن جن کی حاجت ان مقاصد ضروریہ کے حصول میں سہولت اور ضیق و تنگی اور نقصان و حرج کے دفعیہ کے لیے پیش آتی ہے، چنانچہ مصالح متبادلہ مباح ہوئے کہ ہر ایک دوسرے سے فائدہ اٹھائے، جیسے کہ بیوع و اجارات، مساقات و مضاربت وغیرہا۔

(۳) مقاصد کمالیہ | وہ امور ہیں جن کے ترک کر دینے سے نظام زندگی میں کوئی فتور تو واقع نہیں ہوتا مگر مکارم اخلاق اور محاسن عادات کی کارفرمائیاں ان سے وابستہ ہیں، مثلاً ترغیب عفو، معاشرتی و معاشی امور میں اعتدال، آداب گفتگو و طعام وغیرہ، قرآن و سنت ان کی تعلیمات سے مملو ہیں۔

یہاں دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ ایک تو یہ کہ کسی شے کے اچھے ہونے کا فیصلہ محض فوائد کی بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا ورنہ ایک زانی دعویٰ کرے گا کہ اس کو شہوت کے بارے نجات ملی اور اضطراب کو تسکین اس لیے زنا اچھی چیز ہے، سارق بھی سرقہ کے مالی فوائد گنائے گا، شرابی بھی سرور و صحت کی کیفیت سامنے لائے گا، قاذف بھی تسکین نفس اور لذت یابی کو فائدہ شمار کرے گا۔ قاطع طریق بھی کہے گا کہ ادنیٰ سی شجاعت سے مال کثیر ہاتھ لگا اور حیاتی زندگی کا لطف آیا سو الگ، رہا مقتول سو وہ بھی تو زندگی کی کشاکش اور شب و روز کے رنج و الم سے آزاد ہوا، وقس علی ہذا۔ غرض یہ کہ اگر فائدہ ہی کو بنیاد قرار دے کر مضرات سے قطعی صرف نظر کی جائے تو پھر کوئی جرم جرم نہیں، کوئی گناہ گناہ نہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ شارع نے جس چیز سے روکا وہ اس بنا پر کہ اس میں مفسدہ و ضرر غالب ہے ورنہ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ نفع و ضرر اضافی امور ہیں۔

حد و قصاص کے متخالف مسائل کا خلاصہ برائے تمیز درج کرتے ہیں:

قاضی قصاص میں اپنے علم پر فیصلہ کر سکتا ہے جب کہ حدود میں نہیں کر سکتا۔

۲- حدود میں عدالت جاری نہیں، قصاص میں ہے۔

۳- قصاص کے برخلاف حدود میں عفو درگزر صحیح نہیں اگرچہ حد قذف ہی ہو۔

۴- تمادی ایام قتل کی شہادت کے مانع نہیں اور حدود میں سوائے حد قذف کے مانع ہے۔

۵- گونگے کے اشارے اور تحریر سے بخلاف حدود کے قتل ثابت ہوتا ہے۔

۶- سفارش حدود میں جائز نہیں اور قصاص میں جائز ہے۔

۷- حدود سوائے حد قذف کے دعویٰ پر موقوف نہیں اور قصاص میں دعویٰ لابدی ہے۔

مذکورۂ بالا تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ شریعتِ اسلامی میں عقوبات کا باب عموماً اور حدود کا باب خصوصاً ایک طرح سرجیکل وارڈ (SURGICAL WARD) کی حیثیت رکھتا ہے جس سے کوئی انسانی آبادی مستغنی نہیں ہو سکتی۔

چند اشکالات | بعض حلقوں کی جانب سے چند اشکال سامنے آئے ہیں:

۱- اسلامی نظام منہاجِ نبوت پر بہت قلیل مدت تک قائم رہا!

۲- صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے برائے خود جرائم سرزد ہوئے یعنی خیر القرون بھی جرائم سے مستثنیٰ نہیں!

۳- قاضی اگر سلطانِ جائر نے مقرر کیا تو اس کے فیصلے پر عمل کرنا آیا صحیح بھی ہے؟

۴- نفاذِ حدود معاشرہ کی اصلاح کامل سے پہلے ظلم ہے۔

۵- سزائے قطع ید اور قتل العمد [illegible] حالات کے تحت جاری کی گئی تھی، آج اس پر عمل درست نہیں۔

[illegible] ایک علیحدہ مقالہ کی شکل میں سامنے آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ دیگر اشکالات بھی تفصیل طلب ہیں لیکن فی الحال ہم سرسری جائزہ ہی لینے پر اکتفا کرتے ہیں:

نفس کا خاصہ ہے کہ کسی بھی قسم کی پابندی و مشقت سے الا یہ کہ لذت آور ہو، دور بھاگتا ہے

چنانچہ مشاہدہ ہے کہ قوانین صحت کی پابندی کے دلآویز نتائج سے واقف ہوتے ہوئے بھی بھی پابندی نہیں کرتا۔ کیا اس عدم پابندی کے باعث قوانین صحت کی سچائی کسی بھی درجہ میں متاثر ہو سکتی ہے؟ قرنِ اول کا صالح معاشرہ اگرچہ بہت ہی قلیل مدت تک قائم رہا لیکن ایک تو یہ معلوم ہو گیا کہ اسلامی اصول نظری اعتبار ہی سے نہیں بلکہ عملی اعتبار سے بھی قابل نفوذ ہیں، دوسرے یہ کہ اسلامی اصول کی پابندی جتنی زیادہ کی جائے گی فرد اور اجتماع دونوں ہر جہت اتنی ہی ترقی کریں گے۔

صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بے شک چھوٹے بڑے جرائم سرزد ہوئے لیکن ارتکابِ جرم نے اس عہدِ منفرد کی کئی خصوصیات سامنے کر دیں۔ ایک تو ارتکابِ گناہ کے فوری بعد مثبت احساسِ ندامت، دوسرے انابت الی اللہ تعالیٰ کی شدت جس سے نہ صرف جرم کے جراثیم قوی اور متعدی نہ ہو سکے بلکہ مدارج اخروی بلند سے بلند تر ہوتے چلے گئے۔ ایسا معاشرہ جس میں جرم و گناہ کا امکان ہی باقی نہ رہے جنت ہی میں ہو گا، یہاں تو دیکھنا یہ چاہیے کہ نفس امارہ تا نفسِ مرضیہ نفوس کی شرح فی صد کیا ہے۔ مزید برآں صحابہ کا ایک جزا طبعۂ نفس کی چھیڑ چھاڑ سے اگرچہ محفوظ نہ تھا مگر چھیڑ چھاڑ اور غلبہ میں ایک فاصلۂ عظیم ہے۔

نصب قضاء چونکہ فرض ہے جب تک قاضی کو دائرۂ شریعت میں انصاف پر مبنی فیصلہ کرنے کا اختیار رہے سلطان عادل و جائر بلکہ اہل بغاوت کی طرف سے بھی عہدۂ قضاء قبول کرنا جائز ہے اور اس کے قضایا تاوقتیکہ حدود شرع سے متجاوز نہ ہوں نافذ ہوں گے۔ سلطانِ جائر یا اہل بغاوت کا اقتدار پاتا ہی ایک قیامت ہے، اگر کارِ قضا بھی معطل ہو جائے تو سرکشوں اور بدمعاشوں کی بن آئے اور ایک طرح کی انارکی اور فتنہ پھیل جائے۔

معاشرہ کی اصلاح سے پہلے نفاذِ حدود کے ظلم ہونے کی بات سوچیے تو محررۂ بالا تجزیہ کی بنیاد پر اس پر غور کرنا چاہیے کہ آج اگر نفاذ حدود کے لیے اصلاحِ معاشرہ کی شرط رکھی اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے افہام و تفہیم کی شرط رکھی جائے (افہام اور تفہیم کے لیے عدم جبر کی

شرط رکھی جائے اور آخر کا بات آکر قطعاً دخود پر ٹھہرے تو اصلاح معاشرہ کے حقیقی امکانات بوجوہ ختم ہونے کے چند ہی فیصد ہوں گے۔ سید قطب شہید اور سید ابوالاعلیٰ مودودی (رحمہما اللہ تعالیٰ) کا زمانہ قحط میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے اس پر استدلال کرنا تعجب خیز ہے۔ بہرحال آج صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقدامات نہ صرف مختلف گوشوں میں بیک وقت شروع ہوں بلکہ تمام ممکنہ ذرائع بھی بھرپور طور پر استعمال ہوں، اس کے لیے ایک تو اخلاص اور حوصلہ کی ضرورت ہے دوسرے دیانت دار آہنی اشخاص کا حصول یہاں

حضرات علماء سے ہم چند اہم سوالات کرنا چاہتے ہیں:

۱۔ شریعت کے نفاذ میں کن کن چیزوں کی رعایت ضروری ہے؟ حالات؟ وقت؟ عوام کا مجموعی رجحان؟

۲۔ اگر یہ خطرہ ہو کہ احکام شریعت کل کے کل ایک دم نافذ کر دیے جائیں تو ممکن ہے کہ ردِ عمل منفی ہو اور آگے چل کر نفاذِ شریعت متاثر ہو تو کیا رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ راہ ہموار کی جاسکتی ہے؟ یعنی بعض چیزیں بمقتضائے وقت معطل رکھی جائیں گو ارادہ ان کو نافذ کرنے کا ہو؟

حدِ زنا اب بطور ماڈل حد زنا سے متعلق مندرجہ ذیل مجمل خاکہ ملاحظہ فرمائیے جسے قرآن و حدیث، کتبِ تفسیر و شروح حدیث اور مذاہب اربعہ و ظاہریہ کی معتبر و مستند کتابوں کی روشنی میں اختصار کے پیش نظر بشکل دفعات ترتیب دیا گیا ہے۔

۱۔ **زنا کی تعریف** : زنا وہ[۱۱] ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی عورت کی شرمگاہ (قُبُل) میں جو نہ صرف ہر دو طرح کی ملک اور دونوں کے شبہ ہی سے خالی ہو بلکہ شبہۃ اشتباہ سے بھی خالی ہو بطریق حرام اپنی خواہش پوری کرے یا کوئی عورت کسی مرد کو اپنے اوپر ایسے ہی فعل کا قابو دے دے۔ پس مجنون اور طفلِ عاقل کی وطی زنا نہ ہوگی کیونکہ ان دونوں کا فعل بصفتِ حرمت موصوف نہیں۔

۲۔ اور رکن[۱۲] زنا یہ ہے کہ التقائے ختانین و موارات حشفہ پایا جائے کیونکہ دخول و

وطی کی سے ثابت ہوگی۔

علم یا تحریم کی شرط: ۳۔ شرط زنا یہ ہے کہ فاعل حرمت زنا[3] سے واقف ہو حتیٰ کہ لاعلمی پر شبہ واقع ہونے کے باعث حد قائم نہ کی جائے گی۔

حاکم یا قاضی کی جرح شہادت: ۴۔ زنا قاضی کے پاس اس طرح ثابت ہوگا[4] کہ چار گواہ لفظ زنا کی صراحت کے ساتھ گواہی دیں، لفظ وطی یا جماع کافی نہیں۔ جب چار گواہوں نے مجلس واحد میں کسی شخص پر زنا کی گواہی دے دی تو قاضی ان سے پوچھے گا کہ زنا کیا چیز ہے؟ اور ملزم نے کہاں زنا کیا ہے اگر گواہوں نے زنا کی صحیح تعریف بیان کر دی اور کہا کہ ہم نے دیکھا کہ ملزم نے کالمیل فی المکحلۃ (سرمہ دانی کے اندر سلائی کی طرح) دخول کیا تو اب ان سے قاضی کیفیت زنا پوچھے گا، پھر کیفیت زنا اگر بتا دی تو ان سے وقت دریافت کرے گا، جب گواہوں نے ایسا وقت بتایا کہ اس کو زمانہ دراز نہ گذرا ہو تو قاضی سوال کرے گا کہ کس عورت سے زنا کیا؟ اور کس جگہ کیا؟ مکان بتائے جانے کے بعد اگر قاضی گواہوں کی عدالت سے بخوبی واقف ہو تو اب ملزم کی طرف متوجہ ہوگا اور مشہود علیہ یا مشہود علیہا سے اس کا احصان دریافت کرے گا، اگر اس نے اپنے محصن ہونے کا اقرار کیا یا بصورت انکار گواہوں نے اس کے احصان پر گواہی دی تو اب قاضی مشہود علیہ سے احصان کی تعریف پوچھے گا کہ احصان کس کو کہتے ہیں؟ اگر اس نے ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو قاضی اس کو رجم (سنگسار) کرے گا اور اگر احصان گواہوں سے ثابت ہوا اور انھوں نے احصان کی صحیح تعریف بیان کر دی تو اس کا رجم کرنا واجب ہوگا۔

احصان کی تعریف: ۵۔ رجم کے واسطے جو احصان[5] معتبر ہے وہ یہ ہے کہ آزاد عاقل بالغ مسلمان ہو کہ جس نے کسی آزاد عورت سے بہ نکاح صحیح نکاح کیا اور اس سے دخول کر لیا ہو اور وہ دونوں صفت احصان پر موجود ہوں۔

۶۔ احصان[6] کا ثبوت یا تو (ا) با قرار ہوتا ہے، یا (ب) دو[2] مردوں کی گواہی سے یا

(ج) ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ہے۔

سزائے غیر محصن: ۷۔ اگر غیر محصن ہو تو اس کی حد (سزا) سو کوڑے ہیں بشرطیکہ آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو پچاس کوڑے ہیں۔

گواہی: ۸۔ چار مسلمان آزاد مردوں کی گواہی زنا پر ضروری ہے، اگر چار سے کم ایک یا دو یا تین آزاد مردوں نے گواہی دی تو گواہی مردود قرار دی جائے گی اور گواہوں کو حد قذف (اسی کوڑے) لگے گی۔

۹۔ اگر چار گواہوں میں کوئی ایک گواہ غلام یا مکاتب یا کافر یا محدود القذف یا اندھا یا طفل نکلے تو سوائے طفل کے سب گواہوں کو حد قذف ماری جائے گی اور مشہود علیہ کو حد نہ ماری جائے گی۔

۱۰۔ اگر چار فاسق گواہی دیں یا گواہ راستبازی کی جانچ میں ٹھیک نہ ثابت ہوں تو نہ مشہود علیہ پر حد جاری کی جائے گی اور نہ ان گواہوں پر کیونکہ وہ تعداد میں چار ہیں۔

۱۱۔ شہادت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مجلس شہادت متحد ہو حتیٰ کہ اگر گواہوں نے مختلف مجلسوں میں گواہی دی تو ان کی گواہی قبول نہ کی جائے گی اور سب کو حد قذف دی جائیگی۔

۱۲۔ اگر چار گواہوں نے کسی مرد پر زنا کی گواہی دی لیکن کیفیت و ماہیت بتانے سے انکار کیا یا بعض نے کیفیت و ماہیت بیان کی اور بعض نے بیان نہ کی تو نہ گواہی قبول ہوگی اور نہ خود گواہوں پر حد قذف واجب ہوگی کیونکہ تعداد کا مل ہونا وجوب سے مانع ہے۔

۱۳۔ اگر چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی مگر جس عورت سے زنا کیا ہے اس میں اختلاف کیا، یا زنا کی جگہ میں اختلاف کیا، یا زنا کے وقت میں اختلاف کیا تو ان کی گواہی باطل ہو گئی لیکن گواہوں پر حد واجب نہ ہوگی۔

اقرارِ زنا: ۱۴۔ زنا کا ثبوت مرد یا عورت کے اقرار سے بھی ہو سکتا ہے، اس سلسلے میں تین باتیں اہم ہیں:

(ا) اگر مُقر (اقرار کرنے والے) نے قاضی کے بجائے کسی دوسرے کے سامنے جس کو اقامتِ حدود کا اختیار نہیں، اقرار کیا تو اگرچہ اقرار چار مرتبہ کیا ہو غیر معتبر ہے۔

(ب) اقرار کا صریح ہونا اور اس کے کذب کا ظاہر نہ ہونا ضروری ہے۔

(ج) اور یہ بھی ضروری ہے کہ اقرار حالتِ ہوش میں ہو، چنانچہ اگر کسی نے نشہ میں اقرار کیا تو اس کو حدِ زنا نہ ماری جائے گی۔

صورتِ اقرار: دفعہ ۲۵ اقرار کنندہ عاقل بالغ اپنی ذات پر چار مرتبہ اپنی چار مجلسوں میں زنا کرنے کا اقرار کرے۔ بعض کے نزدیک مجالس قاضی کا اعتبار ہے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اقرار کنندہ کی مجلسوں کا مختلف ہونا شرط ہے، چنانچہ مجلس واحد میں اگر اس نے چار مرتبہ اقرار کیا تو بمنزلہ ایک اقرار کے ہے۔

تلقینِ رجوع: دفعہ ۲۶ اقرار کنندہ کو تلقین کرنا کہ جس سے حد دور ہو جائے مندوب ہے اس لیے قاضی کو چاہیے کہ اقرار کنندہ کو اقرار پر جھڑکے اور کراہت ظاہر کرے بلکہ ایک طرف دور کر دینے کا حکم دے۔ اب اگر اس نے چار مرتبہ اقرار کر لیا تو جوازِ اقرار کے لیے اس کے صحیح العقل ہونے کی تحقیق کرے گا، چنانچہ اس سے دریافت کرے گا کہ زنا کیا ہے؟ کیونکر ہوتا ہے؟ کس کے ساتھ کیا ہے؟ کہاں کیا ہے؟ کیونکہ اس میں شبہ کا احتمال ہے، زمانہ بھی پوچھے گا کیونکہ ممکن ہے کہ ایام نابالغی میں زنا کیا ہو۔ جب زنا ثابت ہو گیا تو پوچھے گا کہ آیا وہ محصن بھی ہے؟ اگر اس نے اقرار کیا تو احصان کی تعریف پوچھے گا، اگر احصان کی تعریف بھی ٹھیک ٹھیک بیان کر دی تو پھر رجم (سنگساری) کا حکم دے گا۔

رجوعِ مُقر: دفعہ ۲۷ اگر اقرار کنندہ نے اقامتِ حد سے پہلے یا عین بیچ میں اپنے اقرار سے رجوع کر لیا تو رجوع قبول کیا جائے گا اور اس کی راہ چھوڑ دی جائے گی، رجوع میں مرد عورت دونوں برابر ہیں۔

دفعہ ۲۸ اگر اقرار کنندہ نے رجوع نہ کیا لیکن بھاگا تو اس سے تعرض نہ کیا جائے گا کہ یہ اقرار

زنا پر تو قائم نہ ہا لیکن محصن ہونے سے رجوع کیا تو یہ رجوع قبول ہوگا اور بجائے سنگساری کے کوڑے مارے جائیں گے۔

اعتبارِ تقادم: دفعہ ۱۹۔ تقادمِ عہد (تمادیِ ایام) جس طرح ابتداءً قبولِ شہادت میں مانع ہے اسی طرح حد، قضا، کے بعد اقامت سے مانع ہے چنانچہ اگر تھوڑی حد قائم کیے جانے کے بعد وہ بھاگ گیا، پھر تقادمِ عہد کے بعد گرفتار ہوکر آیا تو اس پر باقی حد قائم نہ کی جائے گی، امام محمدؒ نے تقادم کی مدت ایک ماہ مقرر کی ہے اور یہی امام اعظم اور امام ابو یوسف (رحمہما اللہ تعالیٰ) سے مروی ہے۔

کیفیتِ سزا: دفعہ (۲۰) حدود مسجد میں قائم نہ کی جائیں گی۔

دفعہ ۲۱۔ مسلمانوں کے ایک گروہ کو قیامِ حدود کے وقت موجود رہنا چاہیے۔

دفعہ ۲۲۔ مرد کے بدن پر صرف ایک ازار رہے گی اور تمام حدود میں کھڑے ہونے کی حالت میں سزا دی جائے گی، عورت کسی صورت میں برہنہ نہ کی جائے گی لیکن زائد کپڑے (الحشو والفروۃ) اتار لیے جائیں گے اور اگر عورت کے بدن پر سوائے حشو و فروہ کے کچھ نہ ہو تو یہ نہ اتارے جائیں گے۔ اور عورت کو بٹھلا کر حد ماری جائے گی۔

دفعہ ۲۳۔ کوڑے کے تسموں پر گھنڈی نہ ہو اور چوٹ درمیانی درجہ کی لگائی جائے، نہ ایسی کہ زخم پہنچائے اور نہ ایسی کہ تکلیف ہی نہ ہو۔

دفعہ ۲۴۔ جس کوڑے سے مارا جائے وہ بھی درمیانی قسم کا ہونا چاہیے، نہ بہت سخت ہو اور نہ بہت نرم، اور ہاتھ اتنا ہی اوپر اٹھے کہ بغل دکھائی نہ دے۔

دفعہ ۲۵۔ کوڑے سوائے چہرہ، سر اور شرمگاہوں کے تمام بدن پر متفرق مارے جائیں گے۔

دفعہ ۲۶۔ کسی حد میں نہ ممدود کیا جائے گا نہ پکڑا یا باندھا جائے گا بلکہ کھڑا چھوڑ دیا جائے گا الا یہ کہ وہ لوگوں کو عاجز کرے۔ ممدود کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ زمین پر ڈال دیا جائے اور کھینچا جائے یا مارنے والا کوڑے کو کھینچے اور سر پر بلند کرے، یا مارنے کے بعد کھینچے۔ یہ سب ناجائز

نہ کیا جائے کہ یہ استحقاق پر زیادتی ہوگی۔

۲۷۔ سخت گرمی یا سخت جاڑے میں حد قائم نہ کی جائے گی، اسی طرح شدت گرمی یا شدت جاڑا میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

۲۸۔ اگر مریض پر حد رجم (سنگساری) واجب ہوئی تو فوری قائم کر دی جائے گی اور اگر کوڑے واجب ہوئے ہوں تو صحت یابی کا انتظار کیا جائے گا، اگر ایسا مرض ہو جس کے زائل ہونے کی امید نہ ہو جیسے سل وغیرہ یا یہ شخص ناقص، ضعیف الخلقت ہو تو اس کو ایک عثکال جس میں سو کشادہ تسمے ہوں اس طرح مارا جائے کہ ہر تسمہ بدن پہ لگے، اور اگر عورت حاملہ ہو تو جب تک ولادت کے بعد نفاس سے فارغ نہ ہولے اسے حد نہ ماری جائے گی۔

۲۹۔ رجم (سنگساری) کی صورت میں مرد کے لیے گڑھا (الحفرۃ) نہ کھودا جائے گا، اس کے برخلاف عورت کے لیے مناسب یہ ہے کہ سینہ تک گڑھا کھودا جائے اور اگر نہ کھودا گیا تو کچھ مضر نہیں۔

متفرقات: ۳۰۔ جب رجم شہادت سے ثابت ہوا ہو تو واجب ہے کہ پہلے گواہ رجم کریں، پھر امام اور پھر دوسرے لوگ۔ اگر گواہوں نے ابتداء کرنے سے انکار کر دیا تو مشہود علیہ سے حد ساقط ہو جائے گی مگر گواہوں پر حد قذف واجب نہ ہوگی کیونکہ سنگساری میں ابتداء سے انکار کرنا صریح رجوع از شہادت نہیں۔

۳۱۔ اگر اس شخص نے خود اقرار کیا ہو تو امام المسلمین ابتداء کرے، پھر عام مسلمان رجم کریں۔

۳۲۔ مرجوم کو غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

۳۳۔ شبہ سے حد واجب نہ ہوگی، شبہ کی قسمیں حسب ذیل ہیں:

(۱) شبہہ در فعل یا شبہۃ الاشتباہ: یعنی غیر دلیل حل کو دلیل گمان کرنا۔

(ب) شبہہ در محل یا شبہہ حکمیہ: یعنی محل میں کوئی دلیل حلت کی قائم ہے مگر اس کا عمل کسی

مانع کے سبب ممتنع ہوگیا۔

(ح) شبہہ در عقد۔

۳۴۔ زنا اگر جبر و اکراہ کے تحت ہو تو مجبور پر حد نہیں۔

۳۵۔ جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہو اور کبھی اس کو افاقہ ہوتا ہو وہ اگر حالتِ افاقہ میں زنا کرے تو حدِ زنا کے لیے ماخوذ ہوگا اور اگر وہ کہے کہ اس نے حالتِ جنون میں زنا کیا تو حد جاری نہ ہوگی کالبالغ اذا قال زنیت وانا صبی۔

۳۶۔ اگر کوئی کئی مرتبہ زنا کرے اور اسے اب تک حد نہ لگی ہو تو ایک بار ہی حد لگائی جائے گی۔

۳۷۔ محصن کے حق میں کوڑے اور سنگساری دونوں اور غیر محصن (باکرہ) کے حق میں کوڑے اور ایک سال کی تغریب (شہر بدر کرنا) دونوں جمع نہ کیے جائیں گے۔ والی تغریب الٰی السلطان پر موقوف ہے، اگر مصلحت سمجھے تو از راہِ سیاست و تعزیر شہر بدر کر دے۔

۳۸۔ اگر قاضی فقیہ عادل ہو تو لوگوں کو ادائے شہادت کا معائنہ کیے بغیر رجم کرنے کی گنجائش ہے اور اگر قاضی فقیہ غیر عادل یا عادل غیر فقیہ ہو تو لوگوں کو جب تک کہ ادائے شہادت کا بات خود معائنہ نہ کر لیں، رجم کرنا روا نہیں۔

خلاصۂ و نتائج: ۱۔ فاعل کو حرمتِ زنا کا علم رہنا شرط ہے۔

۲۔ رجم کے لیے احصان اور تجلید کے لیے عقل و بلوغ شرط ہے۔

۳۔ شبہہ سے خالی ہونا ضروری ہے۔

۴۔ چار عادل گواہوں کا مجلسِ واحد میں کالمیل فی المکحلۃ کا مشاہدہ مع دیگر متفق علیہ تفصیل کے بتانا اور سنگساری کی صورت میں ابتداء کرنا شرط ہے۔

۵۔ بصورتِ اقرار مقر (اقرار کرنے والے) کا باہوش ہونا اور الفاظ کا صریح ہونا شرط ہے۔ مزید برآں اقرار چار بار اور چار مجالس میں ہونا ضروری ہے، اس پر مستزاد قاضی کی تفصیلی تحقیق و تلقین اور فیصلہ کے بعد بھی حقِ رجوع ہے۔

۶۔ مریض ضعیف الخلقت اور حاملہ وقت افطار کی رعایت ۔

۷۔ بعد پر حد نہیں ۔

۸۔ تمادی ایام قبولیٔ شہادت اور فیصلہ کے بعد اقامت حد دور میں مانع ہے ۔

زناکاری کے اثرات حلیے متجاوز جنسی انہماک خلل اعصاب اور FUNCTIONAL PSYCHOSES کا ایک اہم سبب ہوتا ہے ۔

۲۔ جنسی بداعتدالیوں کے جسمانی اثرات PARANOID اور MANIC DEPRESSIVE جیسے دماغی امراض کے پیدا کرنے میں خاصا اہم حصہ لیتے ہیں ۔ SCHIZOPHRENIC

مزید برآں زنا کے جذبات، خواہشات، خیالات اخلاقی وسماجی قدروں میں عدم توازن، اس کے اندر شدید اندرونی کشمکش پر تشدد جذبات، مسلسل دماغی تناؤ نیز تصادم پیدا کرنے کا خاص سبب ہوتا ہے، چنانچہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں PSYCNONEUROSES کے بڑھ گئی ہے کہ مستند تخمینوں کے مطابق یہاں کی بالغ آبادی کے ۲۵ سے ۵۰ فیصدی کے درمیان افراد کسی نہ کسی حد تک دماغی طور پر بیمار ہیں ۔

(۳) اوباش و بدکار لوگ شاذونادر ہی بڑھاپے تک پہنچ پاتے ہیں ۔

۴۔ امراض خبیثہ ۵۔ امراض قلب ۔ ۶۔ جنسی ہسٹریا ۔

۷۔ کینسر کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب آزادانہ جنسی اختلاط اور ایک قبل از وقت بلوغ نسوانی ہے ۔

۸۔ خودکشی کی ترغیب (ناکامی کی صورت میں)

۹۔ خاندانی زندگی کا انحطاط، رشتۂ ازدواج کی ناپائیداری اور طلاقوں کی کثرت ۔

زناکاری کے ان اثرات کو سامنے رکھتے ہوئے متذکرہ بالا اسلامی حدود کے فلسفہ پر غور کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مجرم و معاشرہ دونوں کی جرم سے پہلے، جرم کے دوران اور جرم کے مابعد کیفیات تک کے تجزیہ و تحلیل اور اس کے عمیق مطالعہ پر مبنی ہے ۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ ۔

المراجع

۱ الحنثی هو اللغو ومنه الحنث او الذنب وفی الشریعة هو العقوبة المقدرة حقاً لله
۲ نیز دیکھئے الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ لابی الحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی ملقب برہان الدین۔ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔ ج۲ ص۳۸۲ آگے رمز "ہدایہ")

"Sociology of Deviant Behaviour" by B. Marshall at Clinard Pub. Holt, Rinehart and Winston, Inc, Third Edition pp. 215-217.

۳ ایضاً 1968. pp. 200-201

۴ مارکس اور اس کے پیرو انگلز (Engles) کو یقین تھا کہ پرولتاریوں کی حکومت قائم ہو جانے کے بعد اختلاف و تصادم کی کوئی گنجائش نہ ہوگی اس لیے سیاسی جبر کی نہ ضرورت ہوگی اور نہ امکان ہی باقی رہیگا نتیجتاً ریاست عضو معطل کی طرح خود بخود فنا ہو جائے گی لیکن کیا U.S.S.R. میں یہی ہوا؟

۵ "Crime and Personality" by H. J. Eysenck. Pub. Routledge and Kegan Paul Ltd London and Henley 3r/ed, 1977, p. 14.

۶ دیکھیے عامۂ کتب اصول فقہ۔

۷ "الاشباہ والنظائر" (رمز "الاشباہ") للعلامہ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم الحنفی المصری مع شرحہ غمز عیون البصائر" للعلامہ سید احمد الحموی" مطبعۃ العامرۃ۔ مصر ۱۲۹۰ھ ج ۱

۸ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: "واعلم انہ کان من شریعۃ من قبلنا القصاص فی القتل، والرجم فی الزنا، والقطع فی السرقۃ، فھذہ الثلاث کانت متوارثۃ فی الشرائع السماویۃ واطبق علیھا جماھیر الانبیاء والامم..." (حجۃ اللہ البالغۃ" نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب کراچی، جز ۲ ص ۱۶۲ (رمز حجۃ اللہ ۱/۲۳۹)

۹ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار [illegible] (رمز نیل)

[illegible]

والولاية مصاحبة ولاية القضاء والامارة وغيرها - اور علامہ ابوبکر ابن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ فرماتے ہیں: "تنصيب القاضي فرض لانه ينصب لاقامة أمر مفروض وهو القضاء"

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع - ج ۷ ص ۲ -

نیز ہدایہ ج ۳ ص ۱۰۷ المطبوعہ محولہ بالا - لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام للامام أبی الولید ابراہیم محمد المعروف بابن الشحنۃ الحلبی الحنفی المتوفی ۸۸۲ھ مطبعۃ جریدۃ البرھان الاسکندریہ ۱۲۹۹ھ رمز "لسان" ص ۳ -

"احکام القرآن" للقاضی أبی بکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد المعروف بابن العربی المعافری الاندلسی الاشبیلی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ مطبعۃ السعادۃ بمصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۱ھ (رمز "احکام") ج ۲ ص ۸۳ - "التفسیر المظہری" للعلامہ القاضی محمد ثناء اللہ العثمانی الحنفی المظہری المجددی الفانی فتی المتوفی ۱۲۲۵ھ - ندوۃ المصنفین - الدہلی - غ - م - (رمز "المظہری") ج ۵ ص ۴۲۹ - ۴۳۰ - ہدایہ ج ۲ ص ۴۹۳ و ۴۹۸ - بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع للعلامہ أبی بکر ابن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ - (رمز "بدائع") ج ۷ ص ۳۳ - ۳۴ -

المغنی للعلامہ موفق الدین أبی محمد عبداللہ بن احمد بن محمود بن قدامۃ المتوفی ۶۳۰ھ مطبعۃ المنار - بمصر ۱۳۴۷ھ تصحیح السید رشید رضا - الطبعۃ الاولیٰ ج ۱۰ ص ۱۶۹ (رمز "المغنی") الشرح الکبیر علی متن المقنع للامام شمس الدین أبی الفرج عبدالرحمٰن بن أبی عمر محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی المتوفی ۶۸۲ھ الطبعۃ الاولیٰ - مطبعۃ المنار بمصر ۱۳۴۸ھ تصحیح السید رشید رضا (رمز "المقدسی") ج ۱۰ ص ۱۱۹ - وفی المغنی: "الزانی من أتی الفاحشۃ من قبل او دبر" ج ۱۰ ص ۱۵۱ - وفی المقدسی: "وحد اللوطی كحد الزانی سواء وعنه حده الرجم بكل حال" ج ۱۰ ص ۱۶۵ وکذا عند الامام الشافعی کما فی کتاب الأم ج ۵ ص ۱۶۹ وقال ایضاً: "لا یرجم [اللوطی] الا أن یکون قد أحصن" فتاوی عالمگیری مطبع منشی نولکشور - غ - م - (رمز "عالمگیری") ج ۲ ص ۳۲۷ ملخصاً -

۱۲ عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۷ - وفی المقدسی " واقل ذلک تغییب احدھما فی الفرج "
ج ۱۰ ص ۱۸۰ -

۱۳ تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر للحافظ ابی الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدۃ بالقاہرۃ ۱۳۸۴ھ (رمز " تلخیص ") ج ۴ ص ۶۱ - المحلی لابی محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم المتوفی ۴۵۶ھ - ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بمصر بتحقیق محمد منیر الدمشقی ۱۳۵۲ھ (رمز " المحلی ") ج ۱۱ ص ۲۲۹ - اختلاف الفقہاء للامام ابی جعفر احمد بن محمد الطحاوی المتوفی ۳۲۱ھ - مطبعۃ معہد البحوث الاسلامیۃ اسلام آباد - تحقیق محمد صغیر حسن المعصومی - ع - م - ج ۱ ص ۱۵۷ (رمز " اختلاف ") المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۶ ، المقدسی ج ۱۰ ص ۱۲۰ - ۱۲۱ اور ص ۱۸۴ -

۱۴ احکام ج ۱ ص ۱۴۹ - السنن الکبریٰ لابی بکر احمد بن علی البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ مع الجوہر النقی لابن الترکمانی المتوفی ۷۴۵ھ - دائرۃ المعارف العثمانیہ - حیدرآباد دکن ۱۳۵۴ھ (رمز " بیہقی ") ج ۸ ص ۲۳۰ - ۲۳۱ - بدائع ج ۷ ص ۴۹ - (اب آگے صرف کتابوں کے نام دیں گے۔) فتاویٰ قاضیخاں (رمز " قاضیخاں ") ج ۳ ص ۴۷۷ - مغنی المحتاج للشربینی (رمز " الشربینی ") ج ۴ ص ۱۴۹ - ۱۵۰ - المقدسی ج ۱۰ ص ۱۹۶ - ۱۹۷ - کنز الدقائق (اردو - رمز " کنز ") کتاب الحدود - المختصر القدوری (رمز " قدوری ") ص ۱۸۵ - - - - - - - - - - - - - ہدایہ ج ۲ ص ۴۸۷ - عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۷ - وفی المقدسی " یشترط فی شہود الزنا سبعۃ شروط (۱) ان یکونوا اربعۃ - (۲) ان یکونوا رجالا کلہم (۳) الحریۃ (۴) العدالۃ (۵) ان یکونوا مسلمین (۶) ان یصفوا الزنا (۷) مجی الشہود کلہم فی مجلس واحد " ج ۱۰ ص ۱۹۵ - ۱۹۸ وکذا فی المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۵ - ۱۷۹

۱۵ فی المقدسی " یشترط للاحصان شروط سبعۃ (۱) الوطء فی القبل (۲) ان یکون فی نکاح (۳) ان یکون النکاح صحیحاً (۴) الحریۃ (۵) البلوغ (۶) العقل (۷) ان یوجد

وکذلک فیهما جمیعا حال الوطء فیطأ الرجل العاقل امرأة عاقلة حرة" ج ۳ ص ۱۵۰-
۱۵۱ وذکرت ایضا فی المغنی ج ۱۰ ص ۱۲۶-۱۲۹۔ وزاد فی بدائع (رمز "الاسلام" ج ۷ ص ۳۷-
وکذا فی قاضیخان ج ۳ ص ۴۷۹ ولکن فی المغنی ج ۱۰ ص ۱۲۹ وفی المقنعی ج ۱۰ ص ۱۲۲ "لا یشترط
الاسلام فی الاحصان۔۔۔ وقال عطاء والنخعی والشعبی ومجاهد والثوری هو شرط فی
الاحصان" قدوری ص ۱۸۵ السیاسۃ الشرعیۃ ابن تیمیہ (اردو) ص ۲۰۹۔ عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۸
ہدایہ ج ۲ ص ۴۹۱-۴۹۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: المظہری ج ۶ ص ۴۲۶-۴۲۹۔
نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۵۶-۲۵۹۔ اختلاف ج ۱ ص ۱۳۹-۱۴۱۔ بیہقی ج ۸ ص ۲۱۳-۲۱۶۔ بدایۃ المجتہد
لابن رشد الحفید (رمز "بدایۃ المجتہد") ج ۲ ص ۳۶۴۔ المیزان الکبریٰ العلامہ عبدالوہاب
الشعرانی (رمز "المیزان") ج ۲ ص ۱۴۳۔

۱۱؎ فتاوی قاضیخان ج ۳ ص ۴۷۹۔ عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۸۔ المدونۃ الکبریٰ للامام مالک روایۃ
الامام سحنون التنوخی عن الامام عبدالرحمٰن بن قاسم۔ (رمز "المدونۃ") ج ۴ ص ۳۹۷ لیکن امام مالک کے
نزدیک عورتوں کی شہادت احصان میں بھی قبول نہ کی جائے گی، چنانچہ ملاحظہ ہو کتاب وصفحہ مذکورہ۔

۱۲؎ تفسیر جامع البیان للطبری ج ۱۸ ص ۳۶۔ تفسیر فتح القدیر للشوکانی (رمز "فتح القدیر") ج ۳ ص ۳
کتاب الأم للشافعی (رمز "کتاب الأم") ج ۶ ص ۱۴۳۔ الرسالۃ للشافعی ص ۶۴ و ۱۲۸-۱۳۷۔ بدائع ج
۷ ص ۵۷۔ قاضیخان ج ۴ ص ۴۷۸۔ المیزان ج ۲ ص ۱۴۳-۱۴۴۔ عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۹۔ کنز۔
کتاب الحدود۔ قدوری ص ۱۸۵۔ تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے۔ احکام القرآن للجصاص الرازی (رمز
"الجصاص") ج ۲ ص ۲۰۵-۲۰۶۔ المظہری ج ۶ ص ۴۱۷۔ کتاب الأم ج ۶ ص ۱۲۱-۱۲۲۔ الرسالۃ
للشافعی ص ۱۲۸-۱۳۷۔ المحلی ج ۱۱ ص ۲۳۶-۲۴۲۔ بیہقی۔ ج ۸ ص ۲۱۰-۲۱۳۔ نیل الاوطار
ج ۷ "باب ما جاء فی رجم الزانی المحصن وجلد البکر وتغریبہا" اور "باب حد زنا الرقیق خمسون جلدۃ"
شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۶۵ و ص ۷۰-۷۱۔ بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۶۵۔ المغنی ج ۱۰ ص ۱۴۲-
۱۵۱۔ المقنعی ج ۱۰ ص ۱۲۰-۱۲۵۔ ہدایہ ج ۲ ص ۴۸۹-۴۹۰۔

۱۸ الطبری ج ۶ ص ۲۳۵ - بیہقی ج ۸ ص ۲۳۴ - ۲۳۵ - المدونۃ ج ۴ ص ۳۸۳ - کتاب الام ج ۶ ص ۱۲۲ - ۱۲۳ - المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۹ - ۱۸۰ - المقدسی ج ۱۰ ص ۱۹۹ - ۲۰۰ - بدائع ج ۷ ص ۴۷ - ۴۸ - کنز (اردو) کتاب الحدود - عالمگیری ج ۲ ص ۳۳۳ -

۱۹ کنز کتاب الحدود - ہدایہ ج ۲ ص ۵۰۳ - عالمگیری ج ۲ ص ۳۳۵ - اختلافی بحث کے لیے دیکھیے کتاب الام ج ۷ ص ۱۴۱ - المغنی ج ۱۰ ص ۱۸۱ - ۱۸۲ - المقدسی ج ۱۰ ص ۲۰۰ - بدائع ج ۷ ص ۵۹ - قاضیخاں ج ۴ ص ۴۷۸ -

۲۰ کتاب الخراج لأبی یوسف (اردو) ص ۴۶۶ - قاضیخاں ج ۴ ص ۴۷۸ - وفی اختلاف الفقہاء للطحاوی "قال اصحابنا وعثمان البتی واللیث لاحد علیہم ... وقال مالک یحد الشہود وھو قول عبد اللہ بن حسن" ج ۱ ص ۱۴۶ -

۲۱ المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۸ - ۱۷۹ - المقدسی ج ۱۰ ۱۹۷ - ۱۹۸ بدائع ج ۷ ص ۴۸ - قاضیخاں ج ۴ ص ۴۷۷ - عالمگیری ج ۲ ص ۳۳۳ - وفی المیزان "ھکذا عند الائمۃ الثلاثۃ مع قول الشافعی انہ لا بأس بتفریقہم ووجہ الاول طلب التثبت فی اقامۃ الحد ووجہ الثانی المبادرۃ الی التطہیر اذا اکمل النصاب ولو فی مجلس بحسب اجتہاد الحاکم وما یراہ من الحظ الاوفر والمصلحۃ للمسلمین" ج ۲ ص ۱۴۶ - اختلاف ج ۱ ص ۱۴۲

۲۲ عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۷ -

۲۳ المدونۃ ج ۴ ص ۴۰۱ - ۴۰۲ - بیہقی ج ۸ ص ۲۳۵ - بدائع ج ۷ ص ۴۸ - ۴۹ - قاضیخاں ج ۴ ص ۴۷۶ - ہدایۃ ج ۲ ص ۵۰۱ - ۵۰۲ - عالمگیری ج ۲ ص ۳۳۴ -

۲۴ بدائع ج ۷ ص ۴۹ - ۵۰ - عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۷ -

۲۵ اختلاف ج ۱ ص ۱۴۳ - بدائع ج ۷ ص ۵۰ - قدوری ص ۱۸۵ - ترمذی ج ۱ ص ۱۷۱ - ۱۷۲ - ہدایہ ج ۲ ص ۴۸۷ - ۴۸۸ - حسن، حماد، مالک (المدونۃ ج ۴ ص ۳۸۳)، شافعی (کتاب الام ج ۶ ص ۱۱۹)، ابو ثور اور ابن المنذر کے نزدیک ایک مرتبہ اقرار کر لینا بھی حد جاری کرنے کے لیے

[illegible] فی المغنی ج ۱۰ ص ۱۹۰۔ تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری ج ۶ ص ۴۳۵۔
[illegible] نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۵۹ - ۲۶۵ - بیہقی مع الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۲۵ - ۲۲۸ -
[illegible] بخاری ج ۲ احادیث ۶۸۱۹/۶۸۲۳-/۶۸۲۶-/۶۸۲۷ ، مسلم کتاب الحدود مع شرحہ
[illegible] مسند الامام الاعظم ص ۱۵۷-۱۶۱ - ابن ماجہ ص ۱۸۶-۱۸۷ تلخیص ج ۴ کتاب حد الزنا۔
نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۶۵ سے ۲۶۷ اور ص ۲۵۹ - ۲۶۱ کنز کتاب الحدود- قدوری ص ۱۸۵ -
بدائع ج ۷ ص ۵۱-۵۲ ۔ قاضیخان ج ۴ ص ۴۷۷ دفی المقدسی " ولعیتبر فی صحۃ الاقرار
ان یذکر حقیقۃ الفعل لتزول الشبھۃ " ج ۱۰ ص ۱۹۱ ۔ وقال النوویؒ۔ "وقد جاء
تلقین الرجوع عن الاقرار بالحد و عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن الخلفاء
الراشدین ومن بعدھم واتفق العلماء علیہ " شرح مسلم للنوویؒ ج ۲ ص ۶۶۔ ہدایہ
ج ۲ ص ۴۸۸ - ۴۸۹ "

[illegible] ترمذی ج ۱ ص ۱۷۱ - بدائع ج ۷ ص ۶۱ ۔ ہدایہ ج ۲ ص ۴۸۸ ۔ کنز کتاب الحدود- قدوری
ص ۱۸۵ - عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۸ تلخیص الجبیر ج ۴ کتاب حد الزنا - بیہقی ج ۸ ص ۲۲۸ - المقدسی
وفیہ " وبھذا قال عطاء ویحیی بن یعمر والزھری وحماد ومالک والثوری واسحق و
ابوحنیفۃ وابویوسف " ج ۱۰ ص ۱۳۸ وکذا فی المغنی وزاد فیہ اسم الشافعی - ج ۱۰ ص ۱۴۲-
غرائب القرآن للقمی وفیہ " وبہ قال ابوحنیفۃ والشافعی والثوری واحمد واسحق "
ج ۱۸ ص ۴۵۔ المظہری ج ۶ ص ۴۳۷-اختلاف ج ۱ ص ۱۴۳ -نیل الاوطار وفیہ " والی ذلک
ذھب احمد والشافعیۃ والحنفیۃ والعترۃ وھو مروی عن مالک فی قول لہ وذھب
ابن ابی لیلی والبتی وابوثور روایۃ عن مالک وقول الشافعی انہ لا یقبل منہ الرجوع
عن الاقرار بعد کمالہ کغیرہ من الاقرارات " ج ۷ ص ۲۶۸ - ۲۷۰ -

[illegible] المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۳-۱۷۴ بدائع ج ۷ ص ۶۱- ہدایہ ج ۲ ص ۵۰۱ - عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۸ -
[illegible] ہدایہ ج ۲ ص ۵۰۰ - ۵۰۱ - عالمگیری ج ۲ ص ۳۲۸ - وفی المیزان للخصاف وعندنا قول